www.neweramagazine.com

حیام

از سیدہ انعم بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیام

از سیدہ انعم بخاری

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

تقریباً پانچ سے چھ بجے کے درمیان کا کوئی وقت تھا۔سیاہ گاڑی کے پہیے چرچراہٹ کی آواز سے تھمے،اندر جو کوئی بھی موجود تھا باہر موجود لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھا۔ وجہ شاید گاڑی کے ٹنٹڈ شیشے تھے۔کچھ سیکنڈز کے فرق سے مزید چار سے پانچ گاڑیاں تیز رفتاری سے چلتیں اُسی سیاہ گاڑی کے پیچھے آکر رکیں لیکن کوئی باہر نہ نکلا،شاید وہ کسی حکم کے منتظر تھے۔

وہ کسی کچی بستی یا قصبے کا معمولی، چھوٹا سا چوراہا تھا،دھول مٹی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں موجود کوئی ایک عدد دکان ہی کھلی تھی جس پر موجود دکاندار اور ملازم حیرت سے اُن گاڑیوں کو تک رہے تھے،یوں کبھی اُس علاقے میں کوئی گاڑی یا سواری کے نام پر کوئی سائیکل تک نہ گزری تھی وجہ یہ تھی۔

"سُن تجھے پکا یقین ہے نا کہ وہ بچہ وہی ہے جس کی تجھے تلاش ہے؟"

پولیس کی وردی میں ملبوس ایک خوبرو مرد جس کی عمر اپنے ساتھ موجود ساتھی جتنی ہی تھی،چہرے کے نقوش بہت خوبصورت نہ سہی لیکن ماند بھی نہ تھے۔۔ایک کشش سی تھی،گندمی رنگت مگر گہری نیلی آنکھیں اور سب سے بڑھ کر چہرے پر مونچھیں جن کی تراش خراش خوب اچھے سے کی گئی تھی،وہ اُس کی شخصیت کو مزید نکھار رہی تھیں۔

"تجھے کس نے پولیس والا بنایا ہے؟اور تجھے میری بات کا یقین نہیں؟افففف کیسا دوست ہے تو؟"

اُس کا ساتھی اُسے ایموشنل بلیک میل کر رہا تھا۔

"شاہ میر! تیری بات ٹھیک ہے۔میں جانتا ہوں سب اور مجھے یقین بھی ہے لیکن یہ وردی صرف وردی نہیں ہے،بہت سی زمہ داریاں اور فرائض ہیں مجھ پر۔میں بغیر کسی ثبوت کے کسی کو کیا پکڑوں گا؟اپنے سے اوپر موجود لوگوں کو جواب دینا پڑتا ہے۔"

جواباً سامنے والا خاموش ہو گیا۔

"برہان!ایک ثبوت ہی تو نہیں ہے میرے پاس۔یہ جو اتنا اُڑ رہا ہوں نا،تیرے بل بوتے پر اُڑ رہا ہوں۔تُو اُسے پکڑ تو سہی ثبوت تجھے وہیں مل جائیں گے اور اگر نہ ملے تو، جیسا تو کہے گا پھر ویسا ہی ہو گا۔"

جواب میں اُس نے صرف اپنا سر ہلایا۔

شاید کے پیچھے موجود تمام گاڑیوں کو جس حکم کا انتظار تھا وہ صادر ہو چکا تھا۔ایک ایک کر ہر گاڑی میں موجود افراد اُترتے گئے،شاید وہ سب بھی پولیس ڈیپارٹمنٹ کے لوگ تھے لیکن سیول کپڑوں میں ملبوس ایک ایک کر مطلوبہ گلی میں فاصلے فاصلے سے اپنی منزل کو جانے لگے۔

"تو یہیں رہ۔۔۔۔میں آتا ہوں۔"

برہان نامی لڑکے نے اُسے کہتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔

"میں ساتھ۔۔۔۔"

"نہیں، یہ میرا کام ہے مجھے کرنے دے۔"

جواباً شاہ میر نے محض سر ہلایا۔ برہان اپنی ٹیم کے پیچھے چل دیا۔

اُن کی مطلوبہ منزل پر اس وقت افراتفری کا ماحول تھا۔ جمال سارا سامان اُٹھا ایک کپڑے کی بڑی سی چادر میں ڈال اُسے گھڑڑی کی شکل دے باندھ رہا تھا، اُس کی ماں چیخ رہی تھی۔ اُسے یہاں سے نکلنا تھا، اُس کے بس میں ہوتا تو وہ کل خبر ملتے ہی نکل چکا ہوتا لیکن پیسوں کا بندوبست بھی تو کرنا تھا جو ابھی ابھی ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ شہری بابو اُس کے آدمی کے کہے کے مطابق یہاں پہنچتا، وہ یہاں سے چلا جائے گا۔۔۔وہ یہ سوچ چکا تھا۔

"وے جمال، بس کر دے بھاگنا۔"

"مرنا ہے تو شوق سے مر، میں جا رہا ہوں۔"

لیکن وہ بھی ماں تھی، کیا کرتی؟اب تک جو خاموشی سے اپنے بیٹے کے ہر غلط کام پر آنکھیں بند کر یہاں تک آگئی تھی تو ایک مرتبہ اور سہی۔اپنی ماں کو خاموش دیکھ وہ چل کر اپنی ماں تک آیا اور اُس کے ہاتھ تھام بولنے لگا۔

"چل میرے ساتھ، بس اب جہاں لے جاؤں گا سکون سے جیے گیں وہاں۔پھر کوئی شہری بابو نہ تو ڈھونڈ سکے گا اور نہ میں بھاگوں گا۔"

وہ بول تو اردو ہی رہا تھا لیکن لہجہ خالصتاً پینڈو تھا۔

"پکڑ اس منحوس کو۔۔۔"

پاس کھڑے اپنے بیٹے کی جانب اشارہ کرتا وہ چادر خود کے گرد لپیٹتا اپنا چہرہ آدھا ڈھانپ گیا۔ایک ہاتھ میں پستول پکڑے اُسے چادر کے اندر چھپایا۔اپنی ماں کو پیچھے آنے کا اشارہ کرتا وہ باہر کی جانب ہو لیا۔اُس کی ماں اُس کے پیچھے جا رہی تھی، ایک لمحے کو اُس عورت نے پیچھے مڑ کر کونے میں بچھی چارپائی پر گری پستول کی گولیوں کو دیکھا لیکن اگلے ہی پل وہ چہرہ واپس موڑتی اُس مکان کی دہلیز پار کر گئی۔

سر جھکائے وہ اپنی ماں کے ساتھ چلتا ایک بازو میں سامان ڈالے چل رہا تھا، لیکن اُس کی حسیات زندہ تھیں۔ارد گرد سب کچھ بہت محویت سے جائزہ لیتا وہ تیز قدم اُٹھاتا چل رہا تھا۔اُس کے پاس سے وقتاً فوقتاً کچھ لوگ گزرتے۔ایک دم اُس کا ماتھا ٹھنکا، پہلے تو

یوں کبھی اس وقت اُس نے اس بستی میں لوگوں کا اتنا آنا جانا نہ دیکھا تھا۔ خطرے کی بو وہ سونگھ چکا تھا۔ اپنی ماں کے بازو کو زور سے پکڑ جس نے اُس کا بیٹا گود لیا ہوا تھا، وہ تیز رفتار میں بھاگنے لگا۔ اُس کی ماں تقریباً گھسیٹتی ہوئی اُس کے ساتھ ہولی تھی۔ اُس کے مقابل کچھ فاصلے پر کھڑے پولیس کی وردی میں ملبوس ایک خوش شکل نوجوان مرد نے آسمان کی طرف بندوق کر گولی چلائی۔ اُس کی گونج سے اُس کے قدم تھمے، چہرہ اُٹھا کر اُسے دیکھا، اُس کی وردی، یقیناً وہ پھنس چکا تھا لیکن ایک آخری کوشش اُسے کرنی تھی۔ وہ واپسی کے راستے پر بھاگنے کے لیے مڑا لیکن وہی ہوا جس کا اُسے ڈر تھا۔ وہ تمام لوگ جو خطرے کی گھنٹی بجا اُسے خبردار کر گئے تھے فاصلے فاصلے پر کھڑے بندوق تانے ایک گولی، صرف ایک حملے کے لیے تیار تھے۔ لیکن وہ ہار نہیں سکتا تھا، جمال بخت نے ہارنا نہیں سیکھا تھا۔ اپنی ماں سے بچہ چھین کر چادر میں چھپایا اپنا ہاتھ باہر نکالا اور ہاتھ میں موجود بندوق بچے پر تان لی۔ اُس کی گود میں موجود بچہ سہم کر زار و قطار رونے لگا لیکن اُسے پرواہ نہ تھی۔

"اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو ورنہ ایک منٹ لگے گا مجھے، جمال بخت کو اس سونے کی چڑیا میں دھرا دھر گولیاں اُتارنے میں۔"

وہ جو سمجھا تھا کہ سب ڈر جائیں گے تو ایسا نہیں ہوا تھا۔ پولیس کی وردی میں موجود شخص قدم بہ قدم چلتا اُس کے نزدیک آ رہا تھا۔

"میں سچ کا مار دوں گا۔"

لیکن سامنے موجود شخص کے قدم رکنے سے انکاری تھے۔آج جمال بخت کی قسمت اُس کا ساتھ نہ دے رہی تھی۔اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر یہی ہونا ہے تو وہ اکیلا نہیں ڈوبے گا،وہ سب کو ساتھ لے کر ڈوبے گا۔اپنے بچے کے سر پر بندوق رکھ چلانی چاہی۔۔ایک مرتبہ۔۔۔ دو مرتبہ۔۔۔ تین مرتبہ لیکن ایک کلک کی آواز کے سوا کچھ نہ ہوا۔اب مایوسی نے اُس پر راج کیا تھا۔دوسرے ہاتھ کا سہارا لے پستول کے اندر کی تلاشی لی، جھانکا تو وہ خالی تھا۔اُسے جتنا یاد پڑتا تھا وہ ساری تیاری کے ساتھ نکلا تھا پھر اتنی بڑی غلطی کیسے ہو گئی۔وہ شش و پنج کا شکار تھا۔اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور قدم اُٹھاتا سامنے کھڑے شخص کے پیچھے سے وہ چل کر سامنے آیا،وہی جو شہری بابو تھا یا پھر اُسے لگتا تھا۔شاہ میر کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"سلام! جمال بابو۔۔۔۔"

وہ سچ میں اپنی تربیت کی چاکری کر رہا تھا یا طنز،وہ سمجھ نہ سکا۔

برہان نے اُسے گھور کر دیکھا۔وہ جو اُسے آنے سے منع کر آیا تھا لیکن مجال ہے جو شاہ میر اُس کی کبھی سن لیتا۔لیکن شاہ میر اُسے دیکھ ہی کب رہا تھا،اُس کا سارا دھیان سامنے

کھڑے آدمی کی گود میں موجود بچے پر تھا جو اب بھی رونے میں مصروف تھا۔ حد سے زیادہ کمزور لیکن اس کے باوجود وہ اُس کی ماں سے مشابہت محسوس کر سکتا تھا۔

"جمال! اسے ادھر دے دو۔"

شاہ میر نے بچے کو لینے کی خاطر ہاتھ آگے کیے۔

"یہ تیری غلطی ہے جو سمجھ رہا ہے کہ میں چپ کر کے یہ مہرا تیرے ہاتھ میں دے دوں گا۔"

اُس پر غصے کا بھوت سوار تھا۔ یوں اچانک بازی پلٹ جانے پر غصہ تو بنتا تھا۔

"اب تم جو بھی کر لو تم بچ نہیں سکتے۔۔۔۔"

برہان نے دو قدم مزید آگے بڑھائے۔

"وے جمال! میں کہتی ہوں دے دے یہ منحوس مارا اسے، یہ لوگ تجھے کچھ نہیں کریں گے۔"

اس سب میں اُس کی ماں پہلی مرتبہ بولی۔

"اکھیاں کھول کر دیکھ موت تیرے سامنے کھڑی ہے۔"

لہجہ اب پہلے کی طرح مضبوط نہ تھا۔

"نہیں ماریں گے یہ تجھے، انہوں نے وعدہ کیا ہے مجھ سے۔"

وہ بے دھیانی میں چھپی حقیقت اُس پر آشکار کر گئی۔ جمال کی آنکھوں میں حیرت سمٹی اور پھر غصہ، اب وہ سمجھ گیا تھا کہ اُس سے کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ وہ تمام تیاری کے ساتھ نکلا تھا، اُس کی اپنی ماں نے اُس پر پیٹھ پیچھے سے وار کیا تھا لیکن تمام غصہ جھاگ بن کر بیٹھ گیا۔ تھکن کے آثار نمایاں تھے شاید وہ بھی بھاگ بھاگ کر تھک گیا تھا۔

اُس کی ماں نے بچہ لینے کے لیے اُس کی جانب ہاتھ بڑھائے۔ وہ پراسرار آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اچانک جو غصہ دب کر کہیں بیٹھ گیا تھا ابال کھا کر واپس سے زندہ ہو گیا۔ بچے کو ایک طرف زمین پر اُتار اُس نے بے دردی سے اپنی ماں کو جھپٹا، اُس کی انگلیاں اُس کی ماں کی گردن کے گرد جکڑی ہوئیں تھیں۔ ایک پولیس اہلکار نے آگے بڑھ کر اُسے الگ کرنا چاہا تو اُس نے اپنی ماں کو چھوڑ اُس کی بندوق جھپٹی جو کہ دونوں کے ہاتھوں میں کبھی اپنی گرفت مضبوط کرتی تو کبھی پھسل جاتی۔ شاہ میر نے فوراً آگے بڑھ کر بچے کو تھام لیا اور برہان کے ایک اشارے پر اُسے لے واپسی کی راہ پر بھاگنے لگا۔

ایک دم ماحول میں گولی چلنے کی گرجدار آواز گونجی۔ شاہ میر کے قدم تھمے۔ برہان کی مدھم آواز اُسے سنائی دے رہی تھی، کہیں پیچھے عورت کے رونے کی آواز بھی خلل پیدا کر رہی تھی۔ اُس نے مڑ کر دیکھا تو جمال ایک طرف بے حس و حرکت گرا پڑا تھا۔ کھینچا تانی میں گولی چل پڑی تھی اور سیدھا اُس کے سینے پر دل کے مقام پر جا لگی۔ جمال

کی ماں اُس کے سرہانے بیٹھی رو رہی تھی۔اُس نے وہ سب اپنے بیٹے کی بھلائی کے لیے کیا تھا لیکن کاش وہ ایسا نہ کرتی تو وہ جی لیتا۔وہ اپنی بد نصیبی پر ماتم کناں تھی۔

شاہ میر بچے کے رونے کی آواز پر واپس ہوش میں لوٹا اور واپس گاڑی کی جانب چل دیا۔ ایک مشکل مرحلہ وہ سر انجام دے چکا تھا پر ایک امتحان ابھی مزید باقی تھا۔

آرزا اور سعد اس وقت آمنے سامنے بیٹھے تھے۔سعد لگاتار آرز کو تکنے میں مصروف تھا۔ ابھی دس منٹ پہلے سعد اُس کے آفس میں چل کر آیا تھا تب سے وہ دونوں یوں ہی تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"سعد؟؟تم ٹھیک ہو؟"

آخر کار آرز نے ہمت کر بولنا شروع کیا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

سوال پر سوال کیا گیا۔

"مجھے کیا ہونا ہے؟"

لیکن آرز حسن بھی کوئی اتنا سیدھا نہ تھا۔

"بہت افسوس ہوا مجھے۔۔۔۔"

سعد نے بازی جیت لی تھی۔

"مذاق بنانے آئے ہو میرا؟"

سعد کو پہلی مرتبہ لگا کہ وہ غلط بات، غلط وقت پر کہہ گیا تھا۔

"آئی ایم سوری!"

"کوئی بات نہیں۔یہ بتاؤ کیا بات کرنا تھی؟"

اس سے پہلے سعد جواب دیتا آرز حسن کا اسسٹنٹ علی دروازہ ناک کرتے اندر آیا اور کافی کا ایک بھاپ اُڑاتا مگ سعد کے سامنے رکھا۔آرز کے سامنے وہ اُسکے معمول کے مطابق چائے

سے بھرا مگ رکھ رہا تھا۔جب علی واپسی کی راہ لینے لگا تو سعد نے اُسے پکارا۔

"سنو، علی!! یہ چائے لے جاؤ اور اس میں مزید دو چمچ چینی ڈال دو۔"

"لیکن سر! سر اتنا ہی میٹھا لیتے ہیں۔"

"لے جاؤ، جو یہ کہہ رہا ہے کر دو۔"

آرز نے سعد کو دیکھتے حکم سنایا۔ جس کی تکمیل پر فوراً عمل کیا گیا۔ایک مرتبہ پھر چائے آرز حسن کے سامنے پڑی تھی جس کو اُس نے ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔

"پی لو، تمہارا شوگر لیول ٹھیک رہے گا۔"

آرز نے سر ترچھا کر اُسے دیکھا اور پھر چائے کو لیکن ہاتھ بڑھا کر مگ اُٹھالیا۔پہلا گھونٹ بھرتے ہی اُسے قے محسوس ہوئی لیکن چہرے پر ایسا کوئی تاثر تک نہ دیا۔وہ میٹھا پیتا تھا جتنا پی سکتا تھا لیکن یہ بہت زیادہ تھا۔

"بولو۔۔۔۔"

"میری پری کے لیے تمہارا بھائی بازل مجھے پسند نہیں۔وہ اچھا ہے، بہت اچھا ہے لیکن پری کے لیے وہ میری چوائس نہیں اور نہ بن سکتا ہے۔بہتر ہے کہ تم اُسکے قدم روک لو ورنہ اُسے گرتا دیکھنا تم سے نہیں ہو گا۔"

آرز نے آنکھیں بند کیں، وہ جانتا تھا کہ بازل پریشے کو لے کر سیریس تھا۔وہ اُن لڑکوں میں سے نہیں تھا جو پہلے کسی کو پسند کریں اور پھر فیصلہ کریں، وہ اُن میں سے تھا جو پہلے فیصلہ کرتے تھے اور پھر پسند۔۔وہ بازل کو اپنی جگہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"اور میرا خیال ہے کہ پری کے لیے اُس سے بہتر چوائس کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔"

"ایک پرانی مثال ہے کہ آنکھوں دیکھی مکھی نہیں نگلی جاتی۔"

آرز اُس کے کہنے کا مطلب سمجھ گیا۔

"سعد! مجھے افسوس ہے میری ایک غلطی کتنے لوگوں کی زندگیاں برباد کر گئی لیکن کیا یہ اچھا نہیں ہوا کہ کسی بڑے فیصلے کے ہو جانے سے پہلے ہی سب ٹھیک ہو رہا ہے؟"

"بالکل نہیں، تم مرد ہو آرز اور مرد کمزور نہیں ہوا کرتے۔"

سعد کے لہجے میں غصہ واضح تھا۔

"میں بھی یہی سمجھتا تھا۔اب سمجھا ہوں کہ مرد ہی تو کمزور ہوتے ہیں اور عورتیں جنہیں ہم نازک کہہ کہہ کر سچ میں کمزور سمجھ لیتے ہیں، وہ ایک مرد سے کہیں زیادہ مضبوط اور طاقتور ہوتی ہیں۔۔اور تم بتاؤ تم تو جانتے ہو گے نا کہ پریشے بھی بازل کے ساتھ اُسکے دکھائے راستے پر چل نکلی ہے تو اپنی بہن سے کیا کہو گے؟"

سعد شش و پنج کا شکار ہوا۔

"کیا گارنٹی ہے کہ اُسے بھی تمہاری طرح اپنی کوئی مجبوری یاد نہیں آجائے گی اور وہ پری کو درمیان راہ میں نہیں چھوڑے گا؟"

"وہ نہیں چھوڑے گا تم میرا یقین کرو۔"

"مجھے تم پر اب یقین نہیں رہا آرز۔۔"

سعد نے صاف صاف اُسے سچائی سے آگاہ کیا۔

"تو ٹھیک ہے مت کرو لیکن پھر بھی فیصلہ تو تمہیں کرنا ہی ہے۔ بہتر ہے کہ جلدی کر لو۔ آج امی آئیں گی خالہ سے بات کرنے۔"

سعد بناء کوئی جواب دیئے اپنا موبائل اُٹھا اُس کے آفس سے نکل گیا۔ آرز کی چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی لیکن اُس نے مگ اُٹھا کر ایک ہی گھونٹ میں ساری کی ساری چائے اپنے اندر انڈیل لی۔ اُسے سچ میں اُس بدذائقہ مشروب کی ضرورت تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مغرب کی آذان کا وقت ہو چکا تھا۔ حویلی کی عورتیں اب تک ڈوپٹوں پر گوٹا ٹانکنے میں مصروف تھیں۔ برآمدہ جگمگاتی روشنیوں سے چمک رہا تھا۔ اماں بیگم کے کہنے پر سب نے کام چھوڑ دیا اور نماز کے لیے وقفہ لیا گیا۔ سب ابھی بھی وہیں بیٹھیں تھیں، سب کو آذان کا انتظار تھا، ملازمائیں البتہ اُٹھ کر چلی گئی تھیں۔ خالدہ بیگم، نفیسہ بیگم کے ہمراہ اماں بیگم سے کوئی بات کر رہی تھیں جبکہ کرن مناہل کے ساتھ مسکرا کر بات کر رہی تھی۔ حیام اور منال ایک طرف کو اکیلے بیٹھے تھے چونکہ حیام کے کام میں ابھی صفائی نہ تھی تو اُسے ایک الگ ڈوپٹہ پکڑا دیا گیا تھا، جو وہ ایک طرف پھیلائے منال کو دیکھ ٹانک

رہی تھی۔حیام نے سرگوشی کی صورت منال سے بات کا آغاز کیا۔

"میں نے سنا تھا کہ سادات اپنی ضرورت سے زیادہ کچھ نہیں رکھتے اور نہ رکھنا پسند کرتے ہیں۔"

منال نے اُسے دیکھا اور سر ہاں میں ہلایا۔

"یہ سچ ہے۔۔۔۔۔لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"یہ حویلی، یہاں کے لوگوں کے لیے ضرورت سے کچھ زیادہ نہیں ہے؟ فضول میں اتنی زمین خالی چھوڑ دی گئی ہے اور یہ حویلی، یہ بھی تو کسی کام کی نہیں۔آدھی سے زیادہ تو بند ہے۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

منال اُسے عجیب نظروں سے تکنے لگی۔وہ سوچ رہی تھی کہ جواب دے یا نہ دے لیکن پھر بول پڑی۔

"ہمم!! یہ حویلی بہت پرانی ہے۔یہ تو مجھے نہیں معلوم ہے کہ ہم سے پرانی کتنی نسلیں یہاں جوان ہوئیں اور پھر اپنے اصل میں واپس گھل گئیں، میں بس یہ جانتی ہوں کہ یہ زمین اور حویلی خاندانی ہے اور سادات گھرانے سے وابستہ ہے۔ہمارے بڑوں سے منسلک ہر چیز میں برکت ہے اور حویلیاں کبھی رہنے والوں کی ضرورت کے مطابق نہیں تعمیر دی جاتیں بلکہ وہاں دفن رازوں کے معیار کے مطابق زندہ ہوتی ہیں۔"

حیام کی آنکھیں تجسس سے چمکیں تھیں۔وہ مزید کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن مغرب کی آذان ماحول میں سکون پھیلا رہی تھی۔وہ خاموش ہو کر وہیں ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔اماں بیگم کی گہری نظروں کا رُخ اُس کی جانب تھا یوں جیسے وہ اُسے پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

وہ آفس سے آتے ہی سیدھا اپنے ماں باپ کے کمرے میں گیا۔وہ جب سے بیٹھا تھا سر جھکائے ہوئے تھا اور لب خاموش تھے۔اُس کی ماں اور باپ اپنی جگہ لب سیے بیٹھے ہوئے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ابو۔۔۔۔۔"

وہ کتنے دنوں بعد اُن سے ہمکلام تھا۔اُسکے باپ نے نرم نگاہوں سے اُسے دیکھا۔وہ مسکرا رہے تھے۔

"امی۔۔۔۔۔"

"بولو میری جان۔۔۔۔"

اُس کی ماں نے اُس کے ہاتھ تھام کر چومے۔

"میری ایک بات مانیں گے؟"

وہ امید بھری نظروں سے سوالی تھا۔

"جو چاہے مانگ لو۔"

اب کی بار جواب حسن صاحب نے دیا۔

"ابو، چلیں اُٹھیں تیار ہو جائیں دونوں۔۔۔ ہمیں خالہ کی طرف جانا ہے۔"

ندا بیگم جان گئیں تھیں کہ وجہ کیا تھی۔ جس وقت کا سامنا کرنے سے وہ ڈر رہی تھیں شاید اب وقت آ گیا تھا کہ اُس کا سامنا کر ہی لیا جاتا۔

"ٹھیک ہے، چلتے ہیں۔ بدلے میں میری ایک بات مانو گے؟"

حسن صاحب نے ہامی بھرتے ہوئے مزید ایک سوال کیا۔ اُن کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔

"جو چاہے مانگ لیجیے گا۔" وہ مسکراتا وہاں سے چل دیا، پیچھے اُس کے ماں باپ اس سوچ میں تھے کہ کہ وہ دل سے مسکرایا تھا یا پھر طنزیہ۔۔۔۔۔

حویلی کی تمام عورتیں وہیں صحن میں نماز ادا کر رہیں تھیں سوائے حیام کے۔ وہ خاموشی

سے اپنی جگہ بیٹھی اوپر نظر آتے کھلے آسمان کو تکنے میں مصروف تھی۔اماں بیگم نے دعا سے فارغ ہو کر اُسے یوں بیٹھے دیکھا تو ٹوک دیا۔

"بی بی! یوں مغرب کے وقت کھلے آسمان تلے بیٹھ کر سیاہی کو نہیں تکا جاوے ہے، نحوست ہوتی ہے۔"

آج حیام نے غور کیا تھا کہ وہ نہ پنجابی بولتیں تھیں اور نہ اردو بلکہ دونوں کو ملا کر کوئی تیسری زبان، صرف وہ ہی نہیں بلکہ وہ اس گاؤں کی جتنی بھی عورتوں سے مل چکی تھی سب کا انداز ایسا ہی تھا۔حیام نے انہیں دیکھا لیکن جواب نہیں دیا۔کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ضرور پلٹ کر جواب دیتی لیکن ابھی وہ خود عجیب گھبراہٹ میں تھی۔چپ کر کے سر ڈھانپ کھڑی ہو گئی۔بشیر ابی جواب سامان سمیٹ رہیں تھیں اُن کی مدد کرنے لگی۔ آہستہ آہستہ اُس کی شخصیت میں بدلاؤ آ رہا تھا اور وقت کتنا لگ رہا تھا؟ محض چند گھنٹے۔ کیا گھنٹوں کی ریس میں کبھی انسان سر سے لے کر پاؤں تک بدل جاتا ہے یا بدل سکتا ہے؟ ہاں شاید، اگر خدا انسان کا دل بدل دینا چاہے تو سب ہو سکتا ہے۔

منال نے نماز ادا کر کے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو بے چینی نے آگھیرا۔یکدم کچھ عجیب وسوسے اُسے اپنے گرد سانس تنگ کرتے محسوس ہوئے۔وہ بناء کچھ مانگے اُٹھ گئی۔چہرہ موڑ کر حیام پر اُس کی نگاہیں جا رکیں، اسی لمحے حیام نے بھی اُسے دیکھا۔شاید وہ اُس کے دل کی کیفیت محسوس کر گئی تھی۔اُسے یہاں آئے وقت ہی کتنا ہوا تھا؟ چند

مہینے۔۔۔۔کیا اتنا عرصہ کافی ہوتا ہے ہے کسی کے دل سے جُڑ جانے کے لیے۔منال تیز قدم اُٹھاتی اُس تک آئی اور سرگوشی سے انداز میں ہی بولی۔

"چلو، یہاں میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"ہاں، چلو۔۔"

حیام نے ہاتھ میں پکڑا سامان وہیں زمین پر رکھ دیا اور اُس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام چلنے لگی۔سب نماز ادا کر چکے تھے۔ابھی وہ برآمدہ عبور بھی نہ کر پائیں تھیں کہ باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی۔یہ پہلی مرتبہ تو نہیں تھا لیکن پھر بھی منال کے قدم تھم گئے،اُسے کبھی غلط اندیشے نہیں ہوا کرتے تھے۔اُسے ڈر لگ رہا تھا نجانے کیا ہونے والا تھا۔حیام نے نا سمجھی سے اُسے دیکھا وہ چل کیوں نہیں رہی تھی۔ایک ملازمہ باہر سے ہوتی برآمدے میں آئی اور اماں بیگم کے سامنے کھڑی بولنے لگی۔

"اماں بیگم!! چھوٹے شاہ آئے ہیں۔وہ یہاں آرہے ہیں۔"

پیغام بھجوانے کا مقصد یہ تھا کہ چہرے ڈھانپ لیے جائیں۔ویسے تو وہ سب شاہ میر کے سامنے چہرہ نہ ڈھانپتی تھیں لیکن اماں بیگم اُن کی بڑی تھیں اور بڑوں کی موجودگی میں کچھ چیزیں بطورِ عزت دینے کے کی جاتیں ہیں۔کرن نے جھٹ سے چہرہ چادر کی اوٹ میں کیا جبکہ منال میں اتنی سکت بھی نہ تھی۔ہاں،البتہ اُسکی پیٹھ باہر سے آنے والے

راستے کی جانب تھی۔

شاہ میر کے آنے کی خبر سُن اماں بیگم کا چہرہ روشن ہو گیا۔وہ روز کہیں جاتا تو اماں بیگم بیٹھ اُس کا انتظار کرتی رہتیں تھیں۔شاہ میر سے محبت تو اُن کو قدرتی تھی۔

شاہ میر چلتا ہوا برآمدے میں آیا۔اُس کے قدم مضبوط لیکن چال سست تھی۔لیکن اماں بیگم کا دھیان اُس پر تھا ہی کب،اُن کا دھیان تو اُس کی گود میں موجود بچے پر تھا جو اُس کے سینے سے لگا پُر سکون نیند سو رہا تھا بلکہ صرف اُن کا ہی نہیں برآمدے میں موجود تمام لوگوں کا دھیان وہیں تھا۔کسی سوال کی کوئی تک بنتی ہی نہ تھی۔وہ چہرہ ہو بہو اُس جیسا ہی تو تھا۔اُس بچے کی مشابہت بالکل اُس کی ماں سی ہی تو تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"منال۔۔"

شاہ میر نے اُسکی کمر پر نظریں جمائے اُسے پکارا۔شاہ میر کی آواز سُن کر وہ پلٹی۔اُس نے چہرہ نہیں ڈھانپا تھا،اُس کے ہاتھ انکاری تھے۔شاہ میر کی گود میں موجود بچے کو دیکھ اُس کے منہ سے فقط دو حرف نکلے تھے جو حیام کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ گئے۔

"میرا بچہ۔۔۔۔۔"

وہ بے حس و حرکت وہیں کھڑی رہی۔ایک آنسو کا قطرہ اُسکی پلکیں بھگو چہرے پر بہہ گیا۔وقت گزر رہا تھا۔۔ایک قطرہ۔۔۔۔۔دو قطرے۔۔۔تین۔۔۔۔۔رفتہ رفتہ

اُس کے آنسو روانگی اختیار کر گئے۔ وہ ہچکیوں سمیت رونے لگی۔ اُسکی سسکیاں حویلی میں گونج رہی تھیں۔ آج منال بخاری پہلی مرتبہ چیخ و پکار کر رہی تھی۔ وہ زمین پر گرتی چلی گئی۔ اُسکی ماں نے آگے بڑھ کر اُسے سنبھالنا چاہا لیکن وہ کام حیام پہلے ہی کر چکی تھی۔ اُسے بانہوں میں سمیٹ وہ آہستہ آواز میں نجانے کیا کہہ رہی تھی۔

وہ تمام لوگ اس ٹائم ہال میں بیٹھے تھے لیکن بولنے کی غلطی کسی نے بھی نہیں کی تھی۔ شمائلہ بیگم کی آنکھوں میں لالی واضح تھی شاید کہ اُن سب کے آنے سے پہلے وہ روئیں تھیں اور کیوں نہ روتیں؟ جس بات پر اپنی بیٹی کا دل دکھا کر ہامی بھروائی تھی کیسے تمام باتیں سیدھا راستہ بدل اُن پر آکر رک گئی تھیں۔ اگر اسے آئینہ دیکھنا کہتے تھے تو کیا بدصورت عکس تھا۔ بیٹیوں سے منسوب ہر بات ہی کچی ڈور ہوتی ہے جو نجانے کب ٹوٹ جائے معلوم ہی نہیں ہوتا اور اگر بالفرض وہ ٹوٹ جائے تو پتہ نہیں کون کون سے لیبل بیٹیوں سے وابستہ کر دیئے جاتے ہیں۔

"شمائلہ۔۔۔"

"آپا اگر آپ معافی مانگنے آئیں ہیں تو مہربانی کر کے مت مانگیے گا۔ جو بے عزتی میری اولاد کے نصیب میں تھی وہ اسے مل گئی۔"

لہجہ رندھا ہوا تھا۔ندا بیگم اپنی جگہ شرمندہ ہوئیں۔شائلہ بیگم نے ایک مرتبہ پھر بولنا شروع کیا۔

"اور دیکھیں زرا میری اولاد سب کچھ جانتی تھی لیکن مجال ہے جو ماں کو بھنک تک پڑنے دی ہو۔آپ بھی تو میری بہن تھیں،آکر بتاتیں تو کہ تم اب تک جس بنے رشتے کی خوشی میں مست ہو تھم جاؤ۔۔۔اب کوئی رشتہ رہا ہی نہیں۔آپ لوگوں نے اچھا نہیں کیا میری بیٹی کے ساتھ۔"

سب پھر بھی خاموش بیٹھے رہے۔آرز کا جھکا سر مزید جھک گیا۔

"حسن بھائی!آپ بتائیں میری پری کی جگہ آپکی مشعل ہوتی اور میرا بیٹا ایسا کرتا تو آپکو کیسا لگتا؟"

اُن کے آنسو لگاتار بہہ رہے تھے۔

"خالہ۔۔"

آرز نے کچھ بولنا چاہا لیکن اجازت نہ دی گئی۔

"مت کہو مجھے خالہ،تمہارا میرا تعلق اُسی دن ٹوٹ گیا تھا جس دن تم نے یہ تک نہ سوچا کہ تمہاری بیوہ خالہ کی عزت کا سوال ہے۔اب خاندان میں بات پھیلے گی تو میری بیٹی کا سارا قصور نکلے گا۔"

"شمائلہ ! بہن ہو تم میری۔ سمجھو کہ تمہارے بھائی سے ایک غلطی ہو گئی وہی سدھارنے آیا ہوں۔ آرز کے معاملے میں مجھ سے کوتاہی ضرور ہوئی لیکن اب میں ہی ایک اور مزید فیصلہ کر رہا ہوں۔ پری کو میرے بازل سے منسوب کر دو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

حسن صاحب نے اُنہیں مخاطب کیا۔

"بھول جائیں آپ بھائی صاحب، میں آپکی بہت عزت کرتی ہوں لیکن میری بیٹی مجھ پر بھاری نہیں ہے۔ آپ کے کسی بیٹے کے ساتھ مجھے اپنی بیٹی کا نام نہیں جوڑنا۔"

"معاف کر دو اپنی بہن کو، چاہو تو میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑ لیتی ہوں۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ندا بیگم اُٹھ کر اپنی بہن کے برابر میں بیٹھیں اور ہاتھ جوڑے جنہیں شمائلہ بیگم نے فوراً تھام لیا جو بھی ہو وہ بہن تھیں اُن کیں۔

"آپا کوئی وجہ تو بتائی ہوتی آپ لوگوں نے، تم بتاؤ آرز کیوں میری پری میں تمہیں کوئی کمی لگتی ہے؟"

"خالہ ! ! کیسی باتیں کر رہی ہیں، کوئی کمی نہیں ہے اُس میں۔۔۔۔۔۔"

آرز کا لہجہ کتنا بے بس تھا۔ سعد کو اُس پر ترس آیا۔

"تو کیا کسی اور لڑکی کو پسند کرتے ہو؟"

جواباً وہ خاموش رہا۔ مشعل نے فوراً بات کو واپس اصل موضوع کی جانب گھمایا۔

"خالہ!! مان جائیں۔۔پری بازل بھائی کے ساتھ بہت خوش رہے گی۔"

"مان جاؤ شائلہ۔۔۔۔۔"

"آپا دیکھیں تو میں ان باتوں میں بھول ہی گئی، بازل کے لیے میں مان بھی جاؤں تو کیسے رشتہ ہو سکتا ہے؟ حیام۔۔۔۔۔؟"

لیکن باقی سب کی خاموشی اُنہیں بہت کچھ باور کروا گئی تھی۔

"تو کیا وہ منگنی بھی ٹوٹ گئی ہے؟"

لہجے میں حیرانی رقم تھی۔ جواباً ندا بیگم نے صرف ہاں میں ہاں ملائی۔

"کیوں۔۔۔۔؟"

ندا بیگم نے اپنی بہن کے سوال پر چہرہ اُٹھا کر آرز کو دیکھا جو اُنہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ نظروں کا یہ ردوبدل شائلہ بیگم کو بہت کچھ بتا گیا۔ آرز کی جانب دیکھتیں وہ ایک مرتبہ پھر سوال کر گئیں۔

"تو کیا تم نے میری بیٹی کو اُس۔۔۔۔۔۔حیام کے لیے چھوڑا ہے؟"

آرز نے یہ سوال سُنتے ہی ایک مرتبہ پھر سر جھکا لیا۔ آنکھیں موندے سرد آہ بھری۔ جس بات سے وہ ڈر رہا تھا وہ سچ ہو گئی تھی۔

"میں تو سمجھی تھی کہ اُس گھر کے لوگ حیام نام کی مالا جپتے رہتے ہیں تو ضرور خلوص میں گندھی لڑکی ہو گی۔ میری پریشے نے تو نجانے کیوں آبیل مجھے مار والا حساب کیا خود سے دوستی کا ہاتھ بڑھا کر۔۔ منگنی کے دن تو اُسے یوں سمجھا کر گئی تھی مجھے لگا کہ اُس سے اچھا کوئی ہے ہی نہیں اور دیکھیں آپا یوں پیٹھ پیچھے وہ کیا کچھ۔۔۔۔۔"

ساتھ ہی پریشے فوراً دیوار کی اوٹ سے باہر نکل کر آئی اور اپنی ماں کی بات کاٹی۔

"امی! بس کر دیں۔ حیام کے بارے میں کچھ غلط مت بولیں، وہ بہت اچھی ہے۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مشعل نے آنکھوں میں آنسو لیے آرز کو دیکھا۔ آج مشعل کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کون سی قربانیاں تھیں جو آرز نے دیں تھیں لیکن اس دنیا نے وہ قربانیاں قربانیاں کہاں رہنے دیں تھیں۔

آرز نے نگاہیں اُٹھا کر اپنے باپ کو دیکھا، وہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں موجود لوگ اُس کا گریبان تک نوچ ڈالتے تو حسن صاحب اُف تک نہ کرتے لیکن حیام کے کردار پر بات وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

"شائلہ! حیام بے قصور ہے، تم کچھ نہیں جانتی۔ اور ان سب باتوں کو چھوڑو۔ جو بات

ہم کرنے آئے ہیں اُس کا جواب دو، تمہیں منظور ہے یا نہیں۔۔؟"

شائلہ بیگم نے شکایتی نظروں سے اپنی بہن کو دیکھا اور پھر ایک نظر اپنے بیٹے کو دیکھا جو تب سے خاموش بیٹھا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن نکاح ہو گا وہ بھی کل ہی۔ کل آئیں اور سادگی سے نکاح کے دو بول پڑھوا کر چاہے تو اپنی امانت ساتھ لے جائیں لیکن کل نہیں تو کبھی نہیں۔"

پری نے اپنی ماں کو دکھ سے دیکھا۔ کچھ دیر پہلے جو وہ کہہ رہی تھیں کہ اُنکی بیٹی اُن پر بوجھ نہیں تو کیا وہ جھوٹ تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہمیں منظور ہے۔ کل ہی نکاح ہو گا۔"

آرز کہتا ہوا کھڑا ہوا۔ اُس کی نظریں ہمہ وقت اپنے باپ پر تھیں۔

"چلیں، ابو۔۔۔"

آگے بڑھ کر حسن صاحب کو سہارا دے کھڑا کیا اور اُنہیں لے کر چلنے لگا۔

"آجائیں امی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

مشعل کو آنے کا اشارہ کرتا وہ ماں سے کہہ کر چلا گیا تھا۔

اک ہنر جو کر گیا ہوں میں

سب کے دل سے اتر گیا ہوں میں

کیسے اپنی ہنسی کو ضبط کروں

سن رہا ہوں کہ گھر گیا ہوں میں

کیا بتاؤں کہ مر نہیں پاتا

جیتے جی جب سے مر گیا ہوں میں

اب ہے بس اپنا سامنا در پیش

ہر کسی سے گزر گیا ہوں میں

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہی ناز و ادا وہی غمزے

سر بہ سر آپ پر گیا ہوں میں

عجب الزام ہوں زمانے کا

کہ یہاں سب کے سر گیا ہوں میں

کبھی خود تک پہنچ نہیں پایا

جب کہ واں عمر بھر گیا ہوں میں

تم سے جاناں ملا ہوں جس دن سے

بے طرح خود سے ڈر گیا ہوں میں

کوئے جاناں میں شور برپا ہے

کہ اچانک سدھر گیا ہوں میں

(جون ایلیا)

حیام اُسے خود میں سمیٹے آہستہ آواز میں اُس کے کانوں میں سرگوشیاں کر رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"منال! کچھ نہیں ہوا، سب ٹھیک ہے۔"

اُس کی سسکیاں رفتہ رفتہ مدھم ہو رہی تھیں شاید وہ دل کا سارا غبار نکال باہر پھینکنا چاہتی تھی۔

"شش۔۔۔۔خاموش ہو جاؤ۔"

منال نے چہرہ اُٹھا کر اُس کو دیکھا تو حیام نے اُس کو دیکھ ایک مرتبہ پھر بولا۔

"تمہارا بچہ ہے ناوہ؟"

جواباً منال نے آنسو بہاتے اثبات میں سر ہلایا۔

"وہ تمہارا منتظر ہے، تمہارے لمس کا پیاسا اور تم اُس کے۔ جاؤ اُسے خود میں سمیٹ لو تمہیں سکون مل جائے گا۔"

منال نے چہرہ موڑ کر شاہ میر کی گود میں موجود بچے کو دیکھا تو اُٹھ کر اُس کے پاس آئی۔ اُس کے قریب آتے ہی شاہ میر نے بہت دھیان سے اُس سوئے ہوئے وجود کو خود سے الگ کر اُس کی اصل ماں کو تھما دیا۔ اپنی اولاد کا لمس محسوس کرتے ہی منال کے آنسو ایک مرتبہ پھر روانگی اختیار کر رہے تھے۔ حیام نے آگے بڑھ کر منال کو کاندھوں سے تھاما اور اُسے لے کر برآمدے سے چلی گئی۔ اس وقت اُن دونوں کو صرف تنہائی چاہیے تھی ایسا حیام کا خیال تھا۔ باقی سب اپنی اپنی جگہوں پر دم سادھے ویسے ہی کھڑے تھے۔ اماں بیگم اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں اور سب کو جانے کا اشارہ کر اپنے کمرے کی جانب چل دیں۔

حیام منال کو اُس کے کمرے میں لے آئی تھی۔ وہ دروازے پر کھڑی منال کو دیکھے جا رہی تھی جو چل کر اپنے بیڈ تک گئی اور اپنے بچے کو وہیں بیڈ پر لٹا کر اُس کے ساتھ ہی لیٹ چکی تھی۔ اُس کا ہاتھ تھام اُسے دیوانہ وار چوم رہی تھی۔ کبھی بچے کا ماتھا چومتی، اُس کے چہرے پر اپنے بوسوں کا لمس چھوڑتی اور کبھی اُس کے ہاتھ۔۔۔ وہ سچ میں آج ایک ماں ہونے کی عکاسی کر رہی تھی۔

حیام نے دروازہ آرام سے بند کیا اور چند لمحے وہیں کھڑی کچھ سوچتی رہی۔اُسے منال کی پرانی باتیں یاد آرہی تھیں۔منال کو جس چیز کا خوف تھا وہ بات اب حیام جان چکی تھی۔ وہ چل کر اماں بیگم کے کمرے تک گئی۔دروازے پر دستک دے اندر گئی تو اماں بیگم اکیلی نہ تھیں،وہاں شاہ میر پہلے سے موجود تھا۔اماں بیگم نے بے چینی سے اُسے دیکھا۔ کتنے سوالات تھے اُن کی نظروں میں؟وہ کس کس کا جواب دیتی؟

"منال ٹھیک ہے؟"

شاہ میر نے کھڑے ہوتے سوال کیا۔

"جی بھائی!اُسے کچھ وقت لگے گا مگر ٹھیک ہو جائے گی وہ۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیام نے سر پر اوڑھا ڈوپٹہ مزید ٹھیک کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تم کر لو جو بات کرنی ہے،میں باہر ہوں۔"

وہ کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔اب پیچھے صرف اماں بیگم اور وہ موجود تھی۔وہ چلتی ہوئی اماں بیگم کے بائیں جانب موجود کرسی پر بیٹھ گئی اور ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں الجھا نجانے کون سی الجھن سلجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔اماں بیگم اُس کی ہر حرکت غور سے دیکھ رہی تھیں۔

"وہ۔۔۔۔۔منال آپ سے ڈرتی ہے۔"

"وہ مجھ سے ڈرتی ہے؟"

سوال پوچھا گیا لیکن لہجہ سوالیہ ہر گز نہ تھا۔اُن کے لہجے میں کرب پوشیدہ تھا۔

"پوچھیں گی نہیں کیوں؟"

وہ حیام کو تکنے لگیں جیسے کہ پوچھ رہی ہوں لیکن الفاظ ساتھ نہ دے رہے تھے۔

"اُسے ڈر ہے کہ آپ اُسے اُس کے بچے سے جدا کر دیں گی۔"

حیام کی بات پر اماں بیگم نے آنکھیں موندے سرد آہ بھری۔اُن کے چہرے پر تھکن نمایاں تھی۔اماں بیگم کی خاموشی اُسے ڈرا رہی تھی۔

"کیا آپ سچ میں ایسا کریں گی؟"

"بی بی!! تجھے کیا لگتا ہے؟ کر سکوں گی؟"

حیام کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔وہ بولی کچھ نہ لیکن فوراً سر نہ میں ہلایا۔

"تو پھر اُسکو بول کہ ڈر مت مجھ سے۔میں ابھی اتنی ظالم نہیں ہوئی ہوں کہ ایک ماں کو اُسکے بچے سے الگ کر دوں۔"

حیام کی آنکھوں میں موجود آنسو بہہ نکلے۔وہ اُٹھ کر باہر نکل آئی۔باہر آئی تو برآمدے میں شاہ میر اماں بیگم کے تخت نما جھولے پر بیٹھا تھا۔شاہ میر کو دیکھ اُس نے آنسو پونچھے

اور چلتی ہوئی اس تک آئی۔ برآمدہ چاند کی روشنی میں نہایا ہوا تھا۔

"آؤ، بیٹھو۔۔۔۔۔"

شاہ میر نے حیام کو قریب رکھی تختی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پہلے تو وہ جھجکی لیکن پھر بیٹھ گئی۔ نجانے کتنی دیر وہ دونوں خاموش بیٹھے رہے۔

"دل لگ گیا ہے ادھر؟"

پہلا سوال شاہ میر کی جانب سے تھا۔

"دل لگتا کب ہے؟ دل تو لگانا پڑتا ہے۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ جواب دیتے ہوئے مسکرائی۔

"چچا چچی کو بہت یاد کرتی ہو گی نا؟ اور باقی سب کو بھی؟"

"نہیں، مجھے وقت ہی نہیں ملتا۔ میں خود کو اس حویلی میں اتنا مصروف رکھتی ہوں کہ مجھے چاہ بھی ہو تو نہ رہے۔"

وہ اوپر آسمان میں دکھتے چاند کو تکتی جواب دے رہی تھی۔

"اچھا، تو مصروف رہتی ہو؟ کن کاموں میں؟"

"سوچوں میں۔۔۔ سوچتی رہتی ہوں کہ اس حویلی میں رہنے والے یہاں رہتے ہیں تو کیسے رہتے ہوں گے؟؟؟"

"تمہیں ایک بات بتاتا ہوں جب میں چھوٹا تھا تو مجھے بھی ایسا ہی لگتا تھا یہاں تک کہ مجھے ایک لڑکا ہونے کی وجہ سے ہر آزادی مہیا تھی۔ لیکن میری بہن۔۔۔۔ وہ بہت پیاری ہے مجھے۔ اس حویلی کے بہت سے اصول مجھے میری بہن سے دور کر رہے تھے۔ جیسے جیسے میں جوان ہو رہا تھا میں چاہتا تھا کہ وہ میرے ساتھ پوری دنیا دیکھے لیکن پھر معلوم ہوا کہ وہ تو اس حویلی کی دہلیز بھی عبور نہیں کر سکتی۔ میں اماں سے بہت شکایت کرتا تو وہ کہتیں کہ اُس کو ہر آسائش اسی چار دیواری میں مہیا کی جا رہی ہے، چاہے وہ تعلیم ہو یا کچھ بھی۔ میں اکثر اُسے چھپا کر حویلی سے پیچھے آبشار دکھانے لے جاتا لیکن پھر ایک وقت وہ آیا جب میں نے اپنے دین کو پڑھا، جانا اور اپنی بہن سے کچھ مناسب فاصلہ بڑھا لیا لیکن اُس فاصلے کو ہم دونوں کے دلوں میں دوریاں نہیں پیدا کرنے دیں اور پھر میں نے اپنے معاشرے میں موجود لوگوں کو زندگی جیتے دیکھا، اُن کی آنکھیں، اُن کے دل پڑھنے سیکھے تو معلوم ہوا کہ یہ معاشرہ ایک عورت کے لیے محفوظ نہیں ہے۔"

حیام اُسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ اپنی بہن کے متعلق بات کرتے ہوئے وہ لہجہ انتہائی شیریں تھا۔

"حیام! یہ جو دنیا ہے نا یہ عورت کو منہ زور دیکھتی ہے تو اسکی کردار کشی کرنے لگتی ہے چاہے سے وہ منہ زور عورت کا اندر کتنا ہی پاک کیوں نہ ہو۔اور افسوس تو اس بات کا ہے کہ یہ تمام باتیں، خود پر پڑنے والی ہر غلیظ نظر عورت جانچ لیتی ہے۔ پھر بھی ضد اور ہٹ دھرمی میں خود کو بے مول کر میدان میں اُتر جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سب عورتیں ایسی ہیں لیکن یہ سچ ہے کہ وہ ایک عورت باقی ہزار عورتوں کے لیے مرد کی نظروں میں شک کا بیج بو دیتی ہے۔"

حیام کو ان تمام باتوں سے منال کی بات یاد آئی تھی کہ۔۔

"نہیں، یہ اصول ہمارے بڑوں نے ہمیں قیدی بنانے کے لیے نہیں بنائے۔ یہ تو ہمیں معاشرے کے اصولوں سے بچانے کے لیے بنائے ہیں۔"

اُسے اپنے قریب کہیں منال کی آواز سنائی دی لیکن وہ وہاں نہ تھی۔

"بھائی! اس معاشرے میں رہنے کے کیا اصول ہوتے ہیں؟"

شاہ میر اُسے دیکھنے لگا جو کہ اب زمین کو گھور رہی تھی۔

"معاشرے کی کیا ہی بات کرنی ہے۔اس جاہل معاشرے کا بس چلے تو عورت کو زندہ جلادے۔ جہاں مرد کے لیے کوئی پابندی نہیں وہیں عورت پر ہر قسم کی پابندی عائد کر دی جاتی ہے۔ عورتوں کے حقوق کھا لیے جاتے ہیں۔ سب اپنا اپنا دین بھول گئے ہیں۔

اوران بے جا اصولوں اور مردوں کے باغی پن سے بچانے کے لیے سادات اپنی بیبیوں کو مزید دنیا کی نظروں سے چھپالیں تو کیا برائی ہے حیام؟ یہ دنیا ایک پاک عورت پر ناحق الزام تراشی کرے تو زمین کانپ جاتی ہے تو خود بتاؤ، ایک سید زادی پر انگلی اُٹھائی جائے تو کیا قہر نازل ہو گا؟ اس حویلی میں رہنا تمہیں مشکل لگتا ہے تو پھر یہ بتاؤ کیا جس دنیا سے تم آئی ہو، وہاں زندگی آسان تھی؟"

حیام کا جھکا سر مزید جھکا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا شہر، جہاں سے وہ آئی تھی وہاں گھروں سے نکلو تو اتنی نظروں کی تپش خود پر محسوس ہوتی ہے کہ جیسے آپ کوئی شکار ہو جس کی تاک میں ہر شکاری بازی کھیلنے موجود ہوتا ہے۔ وہ محض نہ میں سر ہلا سکی۔

"چلو شاباش اُٹھو، کمرے میں جاؤ۔ رات ہو گئی ہے، اب مردان خانے سے سب آئیں گے۔"

حیام سر ہلاتی اُٹھی اور چل دی۔ ابھی اُس نے برآمدے سے باہر قدم نہیں رکھے تھے جب شاہ میر ایک مرتبہ پھر بول اُٹھا۔

"حیام! بازل کو بھائی کہتی ہو نا تم اور بدلے میں اُس نے سچ میں تمہیں اپنی بہن بنا کر دکھایا ہے۔ اب جب تم نے مجھے بھی بھائی کہا ہے تو یہ جان لو کہ تم مجھے ایک اور نسبت سے بہت عزیز ہو۔ رشتوں کا ناپ تول کروں گا تو تم مجھے مناہل سے کچھ زیادہ عزیز

ٹھہرو گی۔ تمہارے لیے اماں کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا تو سمجھو کہ ساری دنیا کے سامنے کھڑا ہوں۔"

اُس کی بات سُن حیام کی آنکھوں سے چند آنسو کے قطرے بہے۔ وہ مڑی نہیں تھی لیکن وہیں کھڑی بولنے لگی۔

"آپ کے سامنے جو دنیا ہے نا، میرے لیے اس دنیا میں کچھ لوگ وہ بھی شامل ہیں جو آپ کی زندگی ہیں۔ اُن کے خلاف کھڑے ہو سکیں گے تو میں سمجھوں گی کہ بازل بھائی کی محبت کو مات دے دی ہے آپ نے۔ لیکن مجھے معلوم ہے یہ آپ سے نہیں ہو گا۔ یہ کام حیام بخاری کے لیے کوئی شاہ میر بخاری نہیں کر سکتا، صرف بازل حسن کر سکتا ہے۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

شاہ میر نے جواب دینے میں ایک سیکنڈ بھی ضائع نہیں ہونے دیا اور اُس کا جواب حیام کے قدم ساکت کر گیا۔

"حیام بخاری کے لیے یہ کام کرنے والوں کی فہرست میں پہلا نام اب شاہ میر بخاری کا ہو گا۔" وہ کہہ کر چلا گیا جبکہ وہ وہیں زمین پر بیٹھ رونے لگی۔

❤ جاری ہے ❤

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین